محمد عمر فاروق

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ

بحیثیت مکاتیب نگار ("خطوطِ افضل حق" کی روشنی میں)

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ تحریکِ آزادی کے بے باک مجاہد، مجلسِ احرارِ اسلام کے قائد، عظیم سیاسی رہنما اور صاحب طرز ادیب تھے۔ ۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو انتقال ہوا۔ ذیل کا مضمون ان کی یاد میں ایک خوبصورت تذکرہ ہے (مدیر)

چودھری افضل حق ۱۸۹۱ء میں چودھری امیر خان کے ہاں ضلع ہوشیار پور کے قصبہ گڑھ شنکر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ اور بعد ازاں امر تسر میں مکمل کی۔ جہاں آپ کے والد بسلسلہ ملازمت قیام پزیر تھے۔ آپ نے خرابی صحت کے باوجود میٹرک کا امتحان ۱۹۱۰ء میں اسلامیہ ہائی سکول امر تسر سے پاس کیا اور پھر اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ "اسلامیہ کالج لاہور میں عبدالمجید سالک، غلام رسول مہر، شیخ نصیر الدین ہمایوں آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ آپ کے بہترین رفیق اور دوست مولانا مظہر علی اظہر بھی ان دنوں اسی کالج میں سالِ دوم کے طالب علم تھے۔" (۱) سوئے اتفاق سے چودھری صاحب ۱۹۱۲ء میں ایف۔ اے کے امتحان میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ۱۹۱۳ء میں آپ نے دیال سنگھ کالج میں داخلہ لے لیا۔ آپ بچپن ہی سے خرابیٔ صحت کا شکار تھے۔ "لہٰذا ۱۹۱۳ء میں اپنی دائمی علالت اور اپنے بھائی چودھری فضل حق کی وفات کے باعث کالج کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اور تعلیم ادھوری چھوڑ کر چار سال تک فارغ رہے"۔ (۲)

چودھری صاحب ۱۹۱۷ء میں پولیس سب انسپکٹر بھرتی ہو گئے اور صدر تھانہ لدھیانہ میں تعینات ہوئے۔ جنگ عظیم (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۱۴ء) کے خاتمہ پر تحریک خلافت اپنے عروج پر تھی۔ سلطنت ترکی کے ساتھ انگریزوں کے شرمناک سلوک اور مظالم پر چودھری صاحب کا دل سرکاری ملازمت سے اچاٹ ہو گیا اور "۱۹۲۱ء میں چودھری صاحب نے اہل خاندان، اربابِ محکمہ اور دوسرے تمام خیر خواہوں کی نصیحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا" (۳) ملازمت کے پھندے سے آزاد ہوتے ہی آپ آزادیٔ وطن کی تحریک میں شامل ہو گئے اور جلد ہی ایک قومی کارکن کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ "تحریک ترک موالات جوبن پر تھی۔ اس ہنگامہ آرائی میں آپ نے دو سال تک بڑے جوش اور بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ سخت مخالفانہ تقاریر کیں۔ جس پر ۱۴، فروری ۱۹۲۲ء کو آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور چھ ماہ سزا ہوئی۔ (۴) جیل میں بھی آپ آرام سے نہ بیٹھے۔ بلکہ جیل خانوں کی اصلاح اور حکام کے ناروا سلوک کے خلاف آواز بلند کیے رکھی۔ آپ رہا ہوتے ہی دوبارہ قومی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔ بعد ازاں آپ لیجسلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ جہاں آپ نے پوری شدت کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ و حصول کے لئے آئینی جنگ لڑی۔ "آپ کی کونسل کی ممبری کا عرصہ ۱۹۲۳ء تا ۱۹۳۵ء

(بارہ سال) پر محیط ہے" (۵)

"چودھری صاحب نے دسمبر ۱۹۲۹ء کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور مولانا مظہر علی اظہر کے ساتھ مل کر مجلس احرار اسلام کے نام سے ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی۔" (٦) مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے آپ تحریک آزادی کی خاطر تادم مرگ خدمات سرانجام دیتے رہے اور زندگی کے آٹھ قیمتی سال جیل کی نذر کئے۔ آپ اپنی فکری بصیرت اور تدبر کی بدولت "مفکر احرار" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۸، جنوری ۱۹۴۲ء کو ۵۱ سال برس کی عمر میں انتقال ہوا اور لاہور کے میانی صاحب کے قبرستان میں پیوند خاک ہوئے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد پندرہ سے متجاوز ہے۔ جن میں زندگی، میرا افسانہ، آزادیٔ ہند، تاریخ احرار اور محبوب خدا، زیادہ مشہور ہیں۔

چودھری افضل حق اردو نثر میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ وطن کو فرنگیوں سے آزادی دلانے کے لئے چودھری صاحب کی عمر عزیز سیاست کی خارزار وادیوں میں آبلہ پائی کرتے ہوئے گزری۔ جب بھی وہ پس دیوار زنداں بھیجے گئے، انہوں نے وہاں شمشیر کا کام قلم سے لیا اور ان کے اکثر ادبی جواہر پارے جیل کی چار دیواری میں ہی رقم ہوئے، جن کی تب و تاب اور چکاچوند اب تک قائم و دائم ہے۔ افضل حق محض سیاسی لیڈر اور اخلاقی مصلح ہی نہ تھے بلکہ انہوں نے ادب و انشاء کے میدان میں بھی گہرے نقوش مرتب کیے جن کی بدولت وہ ادب کی دنیا میں امر ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ نصف صدی گزرنے کے باوجود بھی ان کے قارئین کے حلقے میں کمی کی بجائے حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ہر سال ان کی کتب کے کئی کئی ایڈیشن اشاعت پذیر ہوتے ہیں۔

سر سید احمد خان کی مساعی اور تحریک سے اردو کو ایک ایسا اسلوب نثر میسر ہوا جس میں عقلیت اور علمیت کا رنگ نمایاں تھا اور جس میں سادگی اور روانی سے کام لیا گیا تھا۔ الطاف حسین حالی نے اس اسلوب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور تمام زندگی اسی کے مناد اور مبلغ رہے مگر ڈپٹی نذیر احمد اور شبلی نعمانی نے سر سید کے اسلوب سے الگ راہیں تراشیں جن کی پیروی سر عبدالقادر، ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی، مولوی عبدالحق اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے کی۔ لیکن ان کی نثر میں تخیل و جذبے کی فراوانی نظر آتی ہے جس نے اردو نثر کو رومانویت اور رنگینی بخشی۔ جو قاری کے دل کو موہ لیتی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے بقول:۔ "اسی اثر سے اردو میں ادب لطیف اور انشائے لطیف کی تحریک چلی اور اسی انداز نثر نے نیاز فتح پوری، سجاد انصاری، لطیف الدین احمد، آل احمد سرور، مولانا صلاح الدین احمد، باری علیگ اور چودھری افضل حق وغیرہ کی نثر کو پیدا کیا" (۷)

چودھری افضل حق نے رومانی تحریک کے زیر اثر اپنی تحریر کو رنگینیٔ بیان اور قلمی سحر کاری سے مرصع کیا۔ ان کا یہ طرز نگارش علمی و عقلی اور دقیق موضوعات میں بھی چھایا ہوا ہے۔ "اردو لٹریچر میں شاید ہی کوئی

موضوع ہو جس پر ان کے قلم نے گوہر افشانی نہیں کی۔ افسانہ، ناول، ڈرامہ، سیرت، شاعری، تاریخ، فلسفہ، سیاسیات اور اجتماعیات پر ان کی کتابیں دور حاضر کی بہترین تصانیف ہیں۔ ہر کتاب ادبی فن اور افادی لحاظ سے ادب میں خاص مقام رکھتی ہے"۔(۸)

"خطوطِ افضل حق" چودھری صاحب کے ان مکاتیب پر مشتمل ہے جو انہوں نے اپنے بچوں کے نام راولپنڈی جیل سے لکھے تھے اور جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئے۔ ان کے سیاسی رفیق اور جیل کے ساتھی مولانا مظہر علی اظہر نے اس کا مقدمہ لکھا۔ مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل حق کے جیل سے لکھے گئے تمام خطوط اس مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ کچھ خط ضائع ہو گئے یا پھر ان کا انتخاب شائع کیا گیا۔ جیسا کہ مظہر علی اظہر لکھتے ہیں کہ "مجھے ان دنوں چودھری افضل حق کے ساتھ جیل میں زندگی بسر کرنے کا شرف حاصل تھا۔ جب ان شائع ہونے والے خطوط میں سے اکثر لکھے گئے(۹) "خطوط افضل حق" میں شامل خطوط کی کل تعداد سولہ ہے۔ افضل حق نے ان خطوط میں بچوں کی ذہنی سطح اور ان کی دلچسپی کو مدنظر رکھ کر قلم اٹھایا ہے۔ جس کے لئے انہیں محنت شاقہ کرنی پڑی۔ مظہر علی اظہر کے بقول "مجھے خوب یاد ہے کہ چودھری صاحب خط لکھتے وقت اس مرتبہ محنت سے کام لیتے تھے۔ وہ ہر خط پر کافی وقت صرف کرتے تھے۔"(۱۰) جیل کی زندگی میں چونکہ افضل حق کی مخاطب سیاسی یا علمی شخصیات نہ تھیں بلکہ ننھے منے بچے تھے لہٰذا انہیں بچوں کے لئے لکھتے وقت دقت نظری سے کام لینا پڑتا تھا کیونکہ بچوں کے لئے لکھنا واقعتاً مشکل کام ہے اسی لئے وہ بچوں کو خط لکھتے وقت بعض اوقات "ایک دن سے بھی زیادہ وقت لگا دیتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ وہ سارا دن خط لکھتے رہتے تھے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ خط کو ختم کر کے دوسرے کام پر توجہ دینا ضروری نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ خط کو ادھورا چھوڑ کر اور طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔"(۱۱)

جیل انچارج لالہ گیان چند چڈہ کا بیان ہے کہ....... "یوں تو سب لوگ خط لکھتے ہی رہتے ہیں لیکن جو خط چودھری صاحب لکھتے ہیں اس کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔ ان کے ہر خط کو پڑھنے میں مزہ آتا ہے"(۱۲) لالہ گیان چند تمام سیاسی قیدیوں کے خطوط حوالہ ڈاک کرنے سے پہلے پڑھتے تھے۔ اس لئے ان کی یہ رائے خاص وزن رکھتی ہے۔

جنگ عظیم دوم (۱۹۴۵ء۔ ۱۹۳۹ء) کے چھڑتے ہی مجلس احرار اسلام نے افضل حق کے اشارے اور ترغیب پر برطانیہ کو ہندوستان سے فوجی بھرتی دینے سے انکار کیا تھا اور باقاعدہ "تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ" چلائی۔ جس کے نتیجے میں "افضل حق ۲۶ ستمبر ۱۹۳۹ء کو امرتسر سے گرفتار کر لیے گئے۔ ڈیڑھ سال قید سخت کی سزا سنائی گئی اور ۸، دسمبر ۱۹۳۹ء کو آپ کو راولپنڈی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔"(۱۳) جیل کی صبر آزما اور کٹھن زندگی انسان کو قنوطی بنا دیتی ہے لیکن افضل حق ایسا آزاد منش اور بہادر انسان جیل کے ویرانے کو بھی اپنی شگفتہ مزاجی سے گلزار بنانے کا ڈھنگ جانتا ہے۔ آپ نے پہلا

خط ۱۵، دسمبر ۱۹۳۹ء کو اپنے بیٹے کے نام لکھا۔ جس میں جیل کے مظالم اور مصائب کے تذکرے کی بجائے افضل حق ایک شفیق باپ اور زندہ دل دوست کی طرح ہنستے مسکراتے ہوئے بیٹے سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔ "خدا کا فضل ہے۔ میں تندرست ہوں۔ تم سب سے زیادہ کھیلتا کودتا ہوں اور لکھتا پڑھتا ہوں۔ مگر ایک بات یاد رکھو۔ یہ جیل ہے یہاں ہر روز کاغذی گھوڑے دوڑانا مشکل ہے۔ خط نہ بھی آئے تو سمجھ لو "سب اچھا ہے۔" جیل میں جب تک کوئی فرار نہ ہو یا کوئی لڑائی بلوہ نہ ہو تب تک پہرے دار سب اچھا پکارتے رہتے ہیں۔ ہاں کوئی حادثہ ہو تو خطرے کی گھنٹی بجتی ہے اسی طرح جب میں خود خط لکھ کر بیماری کی اطلاع نہ دوں "سب اچھا" ہی سمجھا کرو"۔ (۱۴)

ان کی بیٹی معروف بی بی جسے بیماری کا وہم ہو گیا تھا، اس کی ہمت بندھاتے ہوئے جیل کے ایک قیدی کا حال اس درجہ ظریفانہ پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ اپنے باپ کی جدائی اور اس پر گزرنے والی تکالیف پر دل فگار ہونے کی بجائے، بے اختیار بیٹی کی طبیعت کھل اٹھے۔ یہ خط مزاح کی ایک عمدہ مثال ہے۔ یہاں افضل حق چپکے سے ورزش کی اہمیت کے تذکرے اور ترغیب دلانے سے بھی نہیں چوکتے۔ "آج تمہاری بہن کا خط آیا کہ نہ تو تم ہنستی ہو، نہ کھیلتی ہو۔ ہر وقت لیٹی رہتی ہو۔ تمہیں بیماری کا وہم ہو گیا ہے۔ بیماری کا وہم بیماری سے بدتر ہوتا ہے۔ یہاں بھی ایک وہمی آئے ہوئے ہیں۔ ان کو جیل میں ماں یاد آتی ہے۔ نبض پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہتے تھے۔ کہا گیا کہ اٹھو، کھیلو کودو تو کہہ دیتے تھے میں بیمار ہوں، ہلکا ہلکا بخار ہے، زیادہ زیادہ دل دھڑکتا ہے۔ جس طرح گھر میں ایک بیمار ہو تو اس کی وجہ سے گھر بھر پریشان رہتا ہے، اس طرح اس نئے قیدی نے ہمارا آرام حرام کر دیا۔ جب دیکھو پڑے ہیں۔ جب پوچھو بیمار ہیں۔ آخر بڑے بیٹھے بن کے پوچھا تو پتہ لگا کہ بیچارے کو ماں یاد آتی ہے۔ پھر تو سب نے اسے آڑے ہاتھوں لیا کہ بھئی تمہاری ماں کی یاد نے ہمیں نانی یاد کرا دی۔ اگر تم ماں کو ایک نبض پکڑ کر لیٹے لیٹے یاد کرو گے تو یاد رکھو ہم اسی طرح تمہارے پاس ہی لیٹ کر نانی کو یاد کر کے اونچے اونچے روئیں گے۔ کوئی جیل کا ملازم رونے کی وجہ پوچھنے آیا تو کہہ دیں گے کہ ان کو ماں یاد آتی ہے، ہم کو نانی یاد آتی ہے۔ یہ سن کر وہ شرمندہ سا ہو کر اٹھ بیٹھا...... کچھ تو ہر وقت کی چھیڑ چھاڑ سے شرمندہ ہو گیا، کیونکہ کوئی نہ کوئی رونی سی صورت بنا کر کہتا کہ مجھے نانی یاد آتی ہے، اور کچھ عقل بھی درست ہو گئی.....اب خدا کا فضل ہو گیا ہے اور اسے ماں بھی یاد نہیں آتی اور ورزش کی عادت بھی ہو گئی ہے۔ بیس روز میں صحت اور کی اور بن گئی ہے"۔ (۱۵)

قید کے دوران عید کا تہوار آیا تو بچوں نے آپ کے نام خط لکھے۔ پردیس میں عید اپنوں سے جدائی پر خون کے آنسو رلاتی ہے اور پھر جیل کے شب و روز تو دل زار پر مزید قیامت ڈھاتے ہیں، جس کا معمولی سا ذکر افضل حق کے جوابی خط کی ابتدا میں آیا ہے لیکن وہ فوراً سنبھل کر بچوں کا دھیان ان کے خط کی جانب دلا

دیتے ہیں۔ "تم سب بچوں کا خط عید کے روز آیا۔ جیل میں عید عاشور کی طرح ہوتی ہے۔ دنیا کالی نظر آتی ہے۔ تمہارے خط ملتے ہی سچ مچ کی عید ہو گئی۔ یوں معلوم ہوا کہ بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ جس سے دل کی دنیا روشن ہو گئی" (۱۶)

افضل حق کا کوئی خط پند و نصائح سے خالی نہیں۔ وہ ہر خط میں بچوں کو کسی نہ کسی طرح غیر محسوس انداز میں نصیحت کر جاتے ہیں۔ لیکن کوشش یہی کرتے ہیں کہ نصیحت، وعظ کی طرح بچوں پر گراں نہ گزرے۔ جب انہیں محسوس ہوا کہ وہ پہلے خط میں ضرورت سے زیادہ ناصح بن گئے تھے تو انہوں نے اگلے خط میں اس کی تلافی کر دی، لیکن اس تلافی میں بھی بچوں کے لئے سبق موجود ہے۔ افضل حق نے اس خط میں گلدستہ کے پھولوں کو بچوں کی مانند خیال کیا اور مکالماتی انداز میں اس سے گفتگو بھی کی۔ "پچھلی دفعہ جو خط لکھا تو خیال آیا کہ سگھڑ بی بی کی طرح سب کو نصیحت کرتا ہوں، لیکن خود بے عمل ہوں۔ ہمیشہ نوجوان ساتھی بستر صاف کر دیتے اور میز پر کتابیں اور گلدستہ سجا دیتے۔ میں صرف شکریہ ادا کر دیتا۔ اب ایک ماہ سے خود ہی یہ کام کرتا ہوں۔ جو کام عمر بھر نہ کیا ہو گراں گزرتا ہے۔ مگر کام تو کرنے سے ہوتا ہے۔ بن محنت تو نوالہ منہ میں نہیں جاتا۔ تمہیں نصیحت کرنے کا یہ پھل مجھے ملا کہ عمر بھر کی کاہلی اور سستی کو چھوڑ کر اپنا کام خود کرنے لگا ہوں۔ بستر خود بچھاتا ہوں اور تازہ پھول گلدان میں خود لگاتا ہوں۔ یہ موسم بہار کے خوشنما پھول بھی ہنستے کھیلتے بچے ہیں۔ انہیں دیکھ کر دل باغ باغ ہوتا ہے۔ اس تنہائی میں ان رنگ رنگ کے پھولوں پر نظر ڈالو تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے بلقیس، معروف، شمس، ضیاء اور بادشاہ، نجمہ کی شرارتوں پر ہنس رہے ہیں۔ گلدستے کے پھولوں نے مجھے خط لکھتے دیکھ کر کہا۔ "کیوں جی بچوں کو خط لکھنے لگے ہو۔ میں نے کہا، بے شک۔ وہ بولے، تو بہتر صاحب! ہمارا سلام پیغام بھی انہیں پہنچا دو اور یوں لکھو کہ بھائیو اور بہنو! پھولوں کی طرح خوش خوش اور صاف ستھرے رہو" (۷)

مرزا غالب نے لکھا تھا کہ: "اس تنہائی میں صرف خطوں کے سہارے پر جیتا ہوں" لیکن غالب کی یہ تنہائی آزاد دنیا کی خود ساختہ تنہائی تھی۔ افضل حق تو اسیر فرنگ تھے۔ ان کی مثال اس پرندے کی سی تھی جس کے پر کاٹ دیئے گئے ہوں اور پنجرے میں دانہ پانی ڈال کر بند کر دیا گیا ہو۔ پندرہ دن میں ایک خط لکھنے کی اجازت اور اس پر بھی سنسر کی قینچی رواں رہتی تھی۔ جیل کا باسی تو واقعتاً خطوں کے سہارے پر جیتا ہے۔ اسی لئے افضل حق بچوں کو خط نہ لکھنے پر تنبیہ کرتے ہیں کہ........ "بھئی میں تو جیل میں ہوں۔ اس لئے خط لکھنے پر پابندی ہے۔ مگر تم آزاد ہو اور خط کی رسید نہیں دیتے"۔ (۱۸) ایک اور خط میں خط نہ لکھنے پر ہلکی سی سرزنش کرتے ہیں....... "تمہارا خط ہمیشہ انتظار کے بعد آتا ہے۔ کئی دن راہ دیکھنا پڑتی ہے۔ تب کہیں عید کا چاند چڑھتا ہے۔ ورنہ ہر روز میری حالت اس بچے کی طرح ہوتی ہے جو رمضان ختم ہونے کی امید میں آسمان کے مغربی کنارے کی طرف سرِ شام نظر جمائے رہتا ہے۔ اور اندھیرا چھا جانے کے بعد مایوس ہو کر

چھت سے اتر آتا ہے۔" (۱۹)

افضل حق چھوٹے چھوٹے فقروں سے کام لیتے ہیں۔ طویل جملے اور عبارات ان کے ہاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ فقروں کی طوالت اپنا مفہوم کھو دیتی ہے۔ چھوٹے جملوں میں پورا پیغام پہنچانا بھی ایک مشکل کام ہے۔ لیکن افضل حق نے اس مشکل کو آسان بنا دیا ہے۔ وہ جملے کی خوبصورتی کو متاثر کیے بغیر اپنی بات قاری تک پہنچا دیتے ہیں۔ ایجاز و اختصار کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

"ان دنوں میرا رات دن کا پروگرام سن لو۔ رات کو دس بجے سو جاتا ہوں۔ صبح پانچ بجے اٹھتا ہوں۔ نئی کتاب کا مضمون لکھتا ہوں۔ ساڑھے چھے بجے کے قریب نماز پڑھتا ہوں۔ پھر ضروریات سے فارغ ہو کر ہلکی ہلکی ورزش کرتا ہوں۔ اتنے میں آٹھ بج جاتے ہیں۔ چائے تیار ہوتی ہے۔ پیٹ پوجا کر کے پھر لکھنے بیٹھ جاتا ہوں۔ ساڑھے گیارہ بجے تک خوب لکھتا پڑھتا ہوں۔ پھر ظہر کی نماز پڑھ کر دو بجے سے چار بجے تک انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ چار بجے عصر کی نماز پڑھ کر چائے پیتا ہوں۔ پھر ہلکی سی ورزش کرتا ہوں۔ کچھ وقت دوسرے قیدیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں گزر جاتا ہے---------" (۲۰)

"جو آج لکھنے سے کتراتا ہے۔ وہ کل پڑھنے سے بھی گھبرائے گا۔ آخر مدرسہ چھوڑ آئے گا۔ بچے وہی ہونہار ہوتے ہیں جو پڑھنے کے ساتھ لکھنے کا شوق بھی رکھیں۔ لکھنے کے بغیر لیاقت نہیں آتی۔ زبانی پڑھائی لکھے بغیر ادھوری رہتی ہے" (۲۱)

عبارت آرائی اور مقفیٰ و مسجع زبان کا استعمال ہمارے کلاسیکی ادب میں عام رہا ہے۔ مگر افضل حق نے اپنی دیگر تصانیف میں بالعموم اور ان خطوط میں بالخصوص رواں اور سادہ اردو نثر سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خطوط میں لفظی صنعت گری کی بجائے بے ساختہ انداز اور فطری رنگ موجود ہے۔ لیکن اس بے ساختگی اور سادگی میں بھی پرکاری ہے۔ جو عامیانہ پن اور بے کیفی سے یکسر خالی مگر سہل ممتنع کا نمونہ ہے۔

"بھئی شمس الحق تمہاری شکایت آئی تھی۔ اچھا ہوا کہ تم نے اپنی غلطی مان لی اور آئندہ سے احتیاط کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اچھے بچے اسی طرح کرتے ہیں۔ ہمیشہ اچھی اچھی باتیں اور عادتیں سیکھو۔ ہر کام وقت پر کرو۔ مدرسہ میں بھی دھیان دے کر پڑھو اور گھر آ کر بھی محنت کرو۔ تم تو ہوشیار طالب علم تھے۔ غفلت کر کے نالائق لڑکوں میں شامل ہونے کی کوشش نہ کرو۔ جو لڑکا پڑھنے میں نالائق ہوتا ہے، اس کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے کیونکہ ہر وقت، ہر طرف سے لعنت اور ملامت ہوتی ہے اور وہ ہر وقت غمگین اور ڈرا ڈرا سا رہتا ہے۔" (۲۲)

افضل حق کو مناظر کی تصویر کشی میں خاص ملکہ حاصل ہے۔ وہ جو منظر دکھانا چاہتے ہیں، اپنے سحر کار قلم سے اس کی تصویر لفظوں میں کھینچ کر رکھ دیتے ہیں۔ بچے فطرتاً متجسس طبع ہوتے ہیں۔ ان کے تحیر و

تجسس کا سامان وہ الفاظ کی متحرک تصویروں سے کرتے ہیں تو معصوم بچے قیدی باپ کے مصائب و آلام کو کچھ لمحوں کے لئے بھول کر ان مناظر کی رنگینیوں میں گم ہو جاتے ہیں جو افضل حق کی کامیاب شعوری کوشش ہے۔ پھولوں کے ایک گلدستہ کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پھولوں کا خوبصورت گلدستہ میز پر موجود ہے۔ کیسا تروتازہ کیا خوبصورت، واہ! واہ! سبز پتوں میں پھولوں کو اس خوبصورتی سے سجایا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ننھے خوبصورت بچے سبز پردوں میں جھانک رہے ہیں۔ اودے، کاسنی، سرخ رنگ کے پھول گلدستے میں لگے، اچھی صحت کے صاف ستھرے بچوں کی طرح مسکراتے ہیں۔ دل کی دنیا پر رنگ برستا ہے"۔ (۲۳)...... صبح کی آمد کا منظر اس طرح پیش کرتے ہیں۔

"صبح سویرے اٹھو، دیکھو، قدرت اندھیرے سے اجالا کیونکر پیدا کرتی ہے۔ آسمان کی چھت پر جو ستاروں کی روشن قندیلیں لٹک رہی تھیں وہ خود بخود بجھی جارہی ہیں۔ بیمار بھی بیماری بھول کر ایسے وقت مسکرانے لگتے ہیں۔ صبح کا وقت سب سے پیارا وقت ہے۔ بھینی بھینی خوشبوؤں سے لدی ہوئی نرم نرم ہوائیں جنت سے خدا کی محبت کا پیغام لے کر بچوں کو سنانے آتی ہیں اور کہتی ہیں لو بچو! اٹھو! ہاتھ منہ دھوؤ۔ خدا تم کو یاد کرتا ہے۔ تم اس کو یاد کرو۔ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، وہ ان کو نہیں بھولتا۔ ہمیشہ برائیوں سے بچاتا ہے۔" (۲۴)

افضل حق بچوں کو حد سے زیادہ لاڈ کرنے کی بجائے، انہیں سخت کوش اور صحت مند بنانا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے "لاڈ اور چونچلوں سے مہین اور نازک نسل پیدا ہوگی۔ گود سوار بچہ شہسوار کیا بنے گا۔ وہ بچہ جوان ہو کر بھی اپنے کندھے پر دنیا کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔" (۲۵)

افضل حق بچوں کو تندرستی کے فوائد و ثمرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "جان سے عزیز بچو! عمدہ صحت ساری بھلائی کی جڑ ہے۔ میں تعلیم سے بھی زیادہ صحت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ جس بچے کی صحت اچھی ہو، وہ خوبصورت پھول نظر آتا ہے۔ معمولی کپڑے بھی پہنے تو بھی دل کو بھاتا ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ جس بچے کی صحت اچھی نہ ہو، وہ عمدہ لباس میں بھی سوکھا کانٹا دکھائی دیتا ہے۔" (۲۶)

"خطوط افضل حق" میں صحت کے بعد تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ افضل حق تعلیم کو انسانیت کا زیور گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک...... "پاکیزہ تعلیم سے پاکیزہ خیالات پیدا ہوتے ہی جیسے شمع روشن سے ضیائے نور نکلتی ہے۔" (۲۷) بچوں کی تعلیم کی اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں...... "جو بچے بچپن میں خوب پڑھتے اور علم و ہنر حاصل کرتے ہیں، وہ بڑے ہو کر عزت و آرام پاتے ہیں۔ جو بچپن میں بے پروائی کریں، وہ عمر بھر اپنے نصیبے کو روتے ہیں۔ کبھی ماں باپ کو گالی دیتے ہیں، کبھی ماتھا کوٹتے ہیں۔ بچپن کی بے فکری کا زمانہ لوٹ کر نہیں آتا۔ جو اس زمانے میں پڑھا جاتا ہے وہ عمر بھی نہیں بھولتا۔" (۲۸)

صحت اور تعلیم کے بعد خدمت خلق "خطوط افضل حق" کا اہم موضوع ہے۔ افضل حق کی ساری زندگی

خلق خدا کی خدمت میں بسر ہوئی اور وہ بچوں کی تربیت کی بنیاد بھی خدمت خلق کے سنہری اصولوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ایک دوسرے سے ہمدردی کے جذبات دلوں میں جاگزیں نہیں ہوتے، قومیں اوجِ ثریا سے ہمکنار نہیں ہو سکتیں۔ خود غرضی، نااتفاقی اور نفرت و نفاق کے خاتمے کا حل ان کے نزدیک خدمت خلق میں پوشیدہ ہے۔ افضل حق نے اس اہم اخلاقی مسئلے کو بھی کتنی عمدگی سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے ملاحظہ کریں۔ ''بچپن میں ہی یہ خیال رکھو کہ ہم تعلیم اس لئے حاصل کر رہے ہیں کہ بڑے ہو کر اہل دنیا کی اچھی طرح خدمت کر سکیں گے۔ اچھی صحت قائم رکھنے کا بھی یہی مطلب ہونا چاہیے کہ بیماری کی تکلیف سے خود بھی بچیں اور دنیا میں بسنے والے لوگوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ جس ملک اور قوم میں دوسروں کی خدمت کا خیال زیادہ ہوتا ہے، وہی ملک اور قوم ترقی کرتے ہیں، اور جس ملک کے نوجوان اپنی غرض اور فائدے کے لئے دوسروں کو قربان کردیں وہ ملک اور قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوتے ہیں''۔ (۲۹)

علاوہ ازیں ''خطوط افضل حق'' میں قوت ارادی، صبح کی سیر، صفائی، زبان کی شیرینی، عبادات کی ادائیگی، غصہ پر قابو، خوشخطی و املاء، ذات پات سے نفرت اور انشاء و ادب ایسے گوناں گوں موضوعات پر افضل حق نے اپنے منفرد اسلوب بیان کے ذریعے خوبصورت لفظوں میں میناکاری کی ہے۔ ''خطوط افضل حق'' پند و نصائح اور وعظ و نصیحت کا مجموعہ نہیں کہ انہیں اخلاقیات کی کتاب سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے بلکہ ان میں ادب کی چاشنی، زبان کی نفاست، مؤثر طرز بیان، سلاست و روانی اور جدت و اختراع بدرجہ اتم موجود ہے، جس کے ذریعے قوم کے نونہالوں کو درس زندگی دیا گیا ہے۔ ان خصوصیات کی بناء پر ''خطوطِ افضل حق'' اپنے ہمعصر ادبی شہ پاروں میں ممتاز و منفرد ٹھہرتے ہیں۔

حوالہ جات

(۱) شمیم منیر: ''تحقیقی مقالہ'' چودھری افضل حق'' پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۱۸۲ (۲) ابویوسف قاسمی: ''سوانح مفکر احرار چودھری افضل حق'' ص ۴۵۹، ۴۵۸۔ ناشر مکتبہ بساط ادب لاہور سن اشاعت ۱۹۹۱ء۔ (۳) سید ابوذر بخاری: مقدمہ ''تاریخ احرار'' مصنفہ افضل حق۔ ص ۲۱ ناشر مکتبہ مجلس احرار اسلام لاہور۔ سن اشاعت مارچ ۱۹۶۸ء۔ (۴) سید ابوذر بخاری: مقدمہ ''تاریخ احرار'' مصنفہ افضل حق۔ ص ۲۳۔ ۲۲ ناشر مکتبہ مجلس احرار اسلام لاہور۔ سن اشاعت مارچ ۱۹۶۸ء۔ (۵) روزنامہ ''آزاد'' لاہور ''افضل حق نمبر''۔ ۳، فروری ۱۹۵۷ء۔ (۶) محمد عباس نجمی۔ مقدمہ ''میرا افسانہ'' مصنف افضل حق۔ ص ۲۵۔ ناشر افضل حق میموریل سوسائٹی لاہور۔ ۱۹۹۱ء (۷) ڈاکٹر عبادت بریلوی ''اقبال کی اردو نثر'' ص ۵۲ ناشر مجلس ترقی ادب لاہور۔ سن اشاعت نومبر ۱۹۷۷ء۔ (۸) عبدالرحمن اصلاحی۔ روزنامہ ''آزاد'' لاہورر۔ ۳ جنوری ۱۹۵۷ء (۹) مظہر علی اظہر۔ دیباچہ ''خطوط افضل حق'' از افضل حق۔ ص الف، ناشر زمزم بک ایجنسی

لاہور۔ سن ندارد (۱۰)،(۱۱)،(۱۲)ایضاً (۱۳) جانباز مرزا "کاروانِ احرار" جلد چہارم۔ ص ۲۴۸۔ ناشر مکتبہ تبصرہ لاہور۔ سن اشاعت نومبر ۱۹۷۹ء (۱۴) افضل حق "خطوط افضل حق" ص۔۱ (۱۵) ایضاً (۱۶)ایضاً (۱۷)ایضاً (۱۸)ایضاً(۱۹)ایضاً (۲۰)ایضاً (۲۱)ایضاً (۲۲)ایضاً (۲۳)ایضاً (۲۴)ایضاً (۲۵)افضل حق "شعور" ص۔ ۸۲ ناشر بخاری اکیڈمی ملتان۔ سن اشاعت جون ۱۹۹۱ء (۲۶) افضل حق "خطوط افضل حق" ص۔ ۱۵، ۱۴۴ (۲۷)افضل حق "جواہرات" ۔ ص۔ ۵۱ ناشر قومی کتب خانہ لاہور ۔سن اشاعت جون ۱۹۷۵ء (۲۸)افضل حق "خطوط افضل حق" ص۔۸،۷ (۲۹)ایضاً ص۔ ۳۰

جو کتابیں مسلسل چھپ رہی ہیں، دستیاب ہیں:

(۱) زندگی (۲) محبوبِ خدا (۳) جواہرات
(۴) دینِ اسلام (۵) میرا افسانہ (۲ جلد)
(۶) دنیا میں دوزخ...... ("میرا افسانہ" میں شامل ہے)
(۷) آزادیٔ ہند (۸) تاریخِ احرار

یکجا شائع کی گئی کتب:

(۹) شعور (ڈرامہ) (۱۰) دیہاتی رومان (۱۱) معشوقۂ پنجاب
(بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم ملتان سے بعنوان "شعور" ۱۹۹۱ء میں یکجا اشاعت ہوئی)

جو کتابیں صرف ایک یا دو بار شائع ہوئیں:

(۱۲) فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں (۱۳) Pakistan and Untouchability
(۱۴) پاکستان اور اچھوت (انگریزی سے ترجمہ......از، اکرام قمر) (۱۵) خطوطِ افضل حق
(۱۶) اسلام میں امراء کا وجود نہیں

جن کتابوں کا صرف نام موجود ہے، کتابیں موجود نہیں ہیں:

(۱۷) بوڑھا کسان (۱۸) آئینۂ پنجاب

غیر مدون تحریریں، تقریریں:

مجلس احرار اسلام کی کانفرنسوں میں پڑھے گئے خطبات، سیاسی اور اخباری ضرورتوں کے تحت لکھے گئے بیانات و مقالات اور صوبائی مجلس قانون ساز میں تقاریر اور سوالات و جوابات!